ادبیات

غزل

از جناب اعجاز صاحب صدیقی اکبرآبادی

اُبھرنا موج سے اُتنا ہی مشکل ہوتا جاتا ہے
سفینہ جس قدر نزدیکِ ساحل ہوتا جاتا ہے

بہ ہر جادہ فریب آگاہ منزل ہوتا جاتا ہے
دلِ محتاط خود راہوں میں حائل ہوتا جاتا ہے

جمالِ منتظر سے آشنا دل ہوتا جاتا ہے
یہ ذرّہ طور کے جلووں کا حامل ہوتا جاتا ہے

تمہارا درد یوں رگ رگ میں شامل ہوتا جاتا ہے
کہ اب اک سانس لینا بھی تو مشکل ہوتا جاتا ہے

میں جس انداز سے کھاتا ہوں ٹھوکر راہِ منزل میں
اُسی انداز سے عرفانِ منزل ہوتا جاتا ہے

چھپاؤں کس طرح سرمایۂ دردِ محبت کو
اب آنسو بھی حریفِ جذبۂ دل ہوتا جاتا ہے

وہ کیا گھبرائے گا ایذائے قید و بندِ ہستی سے
جو دل عرفانئ طوق و سلاسل ہوتا جاتا ہے

چلے بھی آؤ امین کی بہارِ غم کشا بن کر
بہت مایوس ذوقِ دیدہ و دل ہوتا جاتا ہے

کچھ اس انداز سے وہ جاذبِ آثارِ گلشن ہیں
کلی کو پھول بننا بھی تو مشکل ہوتا جاتا ہے

یہ موجِ بیخودی لے آئی کس طوفان میں مجھ کو
خودی کا میری ہر احساس باطل ہوتا جاتا ہے

گوارا کیوں نہ ہو مجھ کو، محبت کی ودیعت ہی
وہ سوزِ بیکراں جو قسمتِ دل ہوتا جاتا ہے

ہیں کس درجہ تردد خیز یہ آثارِ گمراہی
جو سورج ڈوبتا ہے خوابِ منزل ہوتا جاتا ہے

سفینے اور بھی تو ہیں خدا و ناخدا والے
مجھی پر تنگ کیوں دامانِ ساحل ہوتا جاتا ہے

ابھی تو دیر ہے میرے چراغِ دل کے بجھنے میں
ابھی سے کیوں یہ پھیکا رنگِ محفل ہوتا جاتا ہے

بڑھا دو تو ذرا اعجاز شمعِ سرفروشی کی
وطن آزادئ کامل کا حامل ہوتا جاتا ہے